نواب بہادر یار جنگ کا مکتوباتی سفرنامہ

ڈاکٹر بسمینہ سراج*

Abstract:

Nawab Bahadar Yar Jung was a renowned Muslim League's leader.He was a great admirer and supporter of Quaid - e- Azam. He reorganized Muslim League on the directives of Quaid. He was a great speaker and he used to snub and subdue his rivals with his great speeches. His letters are of great political and litterary importance . In these letters he highlighted the culture and civilization of Mislima countries.

نواب بہادر یار جنگ ۳ فروری ۱۹۰۵ء کو حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے اصل نام محمد بہادر خان تھا۔

> ''نواب صاحب کا تعلق ریاست حیدر آباد کے ایک قدیم اور معزز جاگیردار گھرانے سے تھا وہ اصلاً ایک افغانی قبیلے سدوزئی سے تعلق رکھتے تھے جو عرف عام میں پنی پٹھان کہلاتا تھا۔''(۱)

نواب صاحب شعر و ادب کے شوقین تھے اور خود بڑے خلیق و مہربان انسان تھے اس لئے خلق تخلص رکھا۔ کسی بھی بڑی شخصیت کے کئی کارنامے ایسے ہوتے ہیں جو ان کے اپنے دور کی پیداوار ہوتے ہیں اس لئے کسی بھی شخصیت کو پرکھنے کے لئے اس عصر کے تقاضوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے ان کی سیاسی تگ و دو سے اگر ہم صرفِ نظر کر بھی لیں تو ان کی شخصیت کے کئی تابناک پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں بہ حیثیت انسان وہ ایک اعلیٰ ظرف، وسیع المشرب، دیانتدار، مخلص اور انسانیت دوست شخصیت کے حامل تھے۔

اٹھارہ برس کی عمر میں نواب صاحب کے والد کا انتقال ہو گیا نواب صاحب کو تعلیم چھوڑ کر آبائی جاگیر کا انتظام سنبھالنا پڑا۔ جب گھر سے اور جاگیر کے معاملات سے سکون حاصل ہوا تو نواب صاحب نے تبلیغ اسلام کو اپنا

* صدر شعبہ اُردو، شہید بینظیر بھٹو خواتین یونیورسٹی، پشاور

مشن بنایا۔ ایک مجلس تبلیغ اسلام کی بنیاد ڈالی اور مسلسل تین سال تک حیدر آباد کے گاؤں گاؤں کے دورے کیے مشقتیں برداشت کیں لیکن اپنے کام پر لگے رہے اور خدا کے فضل سے تقریباً ۲۰ ہزار نفوس انسانی تک اسلام کی روشنی پہنچانے کا باعث بنے۔ جب ہندوستان کے مشرقی علاقوں کے مسلمانوں کی عسکری تنظیم وترتیب کے لیے خاکسار تحریک کا آغاز ہوا تو نواب صاحب اس تحریک سے وابستہ ہو گئے اور نمایاں خدمات انجام دیں لیکن کچھ عرصے کے بعد اس تحریک سے علیحدہ ہو گئے۔

قائداعظم ان کی صلاحیتوں اور قابلیت سے آگاہ تھے اور جانتے تھے کہ اگر نواب صاحب مسلم لیگ اور اُن کے دست راست بن گئے تو اس سے مسلم لیگ کو بہت فائدہ ہوگا۔ جب نواب صاحب مسل لیگ میں شامل ہوئے تو قائداعظم نے ان کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا۔

''مسلم لیگ تا حال بے زبان تھی اب اُسے زبان مل گئی''(۲)

نواب صاحب کا قول ہے کہ ''اچھی کتاب اور اچھا ہتھیار دیکھ کر میری رگوں میں خون دوڑنے لگتا ہے''(۳) علم سے محبت کی وجہ سے ان کے گھر بیت الرحمت میں ایک شاندار کتب خانہ تھا جس میں آٹھ ہزار سے زیادہ کتب جن میں اردو، فارسی، عربی، سنسکرت اور انگریزی کی کتابیں تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کو عربی، فارسی، انگریزی، پشتو، مرہٹی اور تلنگو زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا۔

نواب صاحب اسلامی جذبے سے سرشار تھے مسلمانوں کی خدمت ان کا نصب العین تھا۔ ان کی سب سے بڑی خوبی ان کی خطابت تھی اس نعمت کا استعمال انہوں نے ہر موقع پر بڑی فراخدلی سے کیا۔ خطابت میں استدلال کا حسن، بیان کی دلفریبی، ظرافت کی مہک۔ الفاظ کا استعمال، فقروں کی بندش، اور آواز کا اُتار چڑھاؤ اس قدر متوازن ہوتا کہ مجموعی طور پر ان کی ہر تقریر ایک شہ پارہ ہوتی تھی۔

نواب صاحب نے عالم اسلام کے مختلف ممالک کی سیر کی، حج بیت اللہ اور روضہ نبوی کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بارے میں محمد عبدالحیی لکھتے ہیں۔

> ''نواب صاحب نے ۱۹۳۰ء میں اپنی بیوی کے ہمراہ حج ادا کیا اور واپسی پر اسلامی ممالک کا دورہ کیا ان ممالک میں حجاز، فلسطین، شام، مصر، ترکی، ایران، وسط ایشیا اور افغانستان کے بارے میں بالتفصیل اپنے تاثرات بیان کیے۔ جنھیں سن کر خواجہ حسن نظامی جیسے صاحب طرز ادیب کو نواب صاحب کے اعجاز بیان اور وقت نظر کا قائل ہونا پڑا۔ اور انھوں نے نواب کو "ابن بطوطہ ہند" کا لقب دیا۔''(۴)

نواب صاحب کے وہ خطوط جو انھوں نے بلاد اسلامیہ کے سفر کے دوران لکھے ان خطوط کے ذریعے نواب صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں اپنے احباب کے سامنے مختلف مقامات، حالات اور شخصیتوں کا ایک اچھا

اور نہایت واضح خاکہ کھینچا ہے اس لیے اُن خطوط کو ایک تاریخی حیثیت دی جاسکتی ہے۔خواجہ حسن نظامی نواب صاحب کے اس مکتوباتی سفرنامے کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> ’’موجودہ زمانے میں بہت سے مسلمانوں نے اسلامی ممالک کی سیر کی اور سفرنامے لکھے جن میں ایک میں بھی ہوں اور مولانا شبلی بھی ہیں اور محبوب عالم صاحب پیسہ اخبار والے بھی ہیں۔اور بھوپال کے ایک مسلمان بھی ہیں جنھوں نے اسپین کا بہت اچھا سفر نامہ لکھا ہے۔ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں لیکن ان میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جس نے ایک ہی وقت میں تمام اسلامی دنیا کے ملکوں اور قوموں اور معاشرتی مقاصد سامنے رکھ کر دیکھا اس لحاظ سے نوب بہادر یار جنگ سب سیاحوں سے اعلیٰ ہیں‘‘(۵)

نواب صاحب کا ارادہ تھا کہ حج وزیارت سے فارغ ہوکر مصر جائیں اور وہاں سے بیت المقدس جانا چاہتے تھے لیکن مصر حکومت کے اس عجیب وغریب قانون کہ جوشخص حج کرئے وہ حجاز سے براہ راست مصر نہ آئے اور نہ حدود مصر میں داخل ہو مجبوراً نواب صاحب کو بیروت کا ٹکٹ لینا پڑا اور جدہ سے آبی جہاز میں سوار ہوئے۔ جہاز دوروز تک ٹھہرا رہا حاجیوں کے انتظار میں جگہ جگہ ٹھہرنے کے بعد بارہ دن کے بعد جہاز بیروت پہنچا۔دودن بیروت کی سیر کی بیروت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> ’’بیروت شام کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔مغربی تمدن سے پورہ بہرہ اندوز چوڑی اور کشادہ سیمنٹ کی سڑکیں اُونچے اُونچے مغربی وضع کے چارمنزلہ مکان ہرقدم پر ہوٹل سجے ہوئے دُکان اخبارات کی کثرت‘‘ (۶)

بیروت کی خوب صورتی اور شادابی کی تعریف کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں۔

> ’’قدرت نے بیروت بلکہ شام کو پانی کی فیاضیوں سے،خوب صورت مناظر اور سرسبزے سے مالا مال کر دیا ہے نہریں بہتی ہیں، آبشار گرتے ہیں، میوے اُگتے ہیں اور صنوبر سے گھری ہوئی پہاڑیوں کو صرف دیکھ کر جسم میں خون بڑھنے لگتا ہے۔‘‘(۷)

بیروت سے نواب صاحب بیت المقدس گئے بیروت اور بیت المقدس کا درمیانی فاصلہ ۲۵۰میل کے لگ بھگ ہے۔موٹر پر اگر صبح چلے تو شام تک پہنچ جاتے ہیں۔دوران سفر فلسطین کے ایک اخباری نمائیندے کو انہوں نے اپنے اس طویل سفر کی غرض وغایت بتاتے ہوئے کہا۔

> ’’میرے اس سفر کی مختلف اغراض ہیں۔اس میں سب سے مقدم قرآن شریف کی آیت پر عمل ہے کہ’’ کہہ دووہ زمین پر سیر کر کے دیکھیں کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جوتم سے پہلے تھے‘‘۔اس کے بعد میں عصر حاضر کی مسلم اقوام کے حالات کا عینی مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں تا کہ ان اقوام کے درمیان رابطہ قومی کرنے کے امکانات کا جائزہ لیا جائے۔‘‘(۸)

بیت المقدس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''سیمنٹ کی پختہ سڑک کھیتوں کے درمیان باغات کے کنارے سمندر کے سواحل، چٹیل میدان، پہاڑوں کی چوٹیوں، دامنوں اور وادیوں اور یہود کی نو آبادیوں کے قریب سے گزری ہے۔ مناظر قابل دید اور ناممکن البیان ہیں۔ انبیا کی سرزمین میں پانچواں دن ہے بوڑھے ابراہیم کے وعظ، داؤدؑ کے نغمے اور یعقوبؑ فرزند گم کردہ کی آہ وزاری کانوں میں گونجتی ہے اشوریوں کا ظلم، مصریوں کا قتل عام، رومیوں کا جلال وجبروت مسلمانوں کی رواداری اور حسن سلوک ہر قدم پر نظر آرہا ہے۔'' (۹)

بیت المقدس جسے انبیا کی سرزمین کہا جاتا ہے اور جہاں انبیا علیہ السلام کے مزارات ہیں ان مزارات پر جانے کا پروگرام بنایا میں لکھتے ہیں۔

''بیت المقدس کی خاک چھان رہا ہوں، حضرت ابراہیمؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ اور یوسفؑ کی زیارت کا شرف حاصل کر چکا ہوں۔ آج حضرت موسیٰؑ اور دوسرے انبیا کی بارگاہ پر حاضر ہوں گا۔'' (۱۰)

اس خط میں مزید لکھا ہے کہ دو تین دن کے بعد مصر جانے کا پروگرام ہے۔ اگلے خط میں مصر سے قدس واپس آنے دو روز رہ کر لبنان کی پہاڑیوں پر چڑھ کر قدرت کے نظاروں کا لطف اُٹھایا اور پھر دمشق گئے۔ دمشق قدیمی شہر اور ملک شام کا صدر مقام ہے۔ دلکش اور روح پرور مناظر کو اپنے دامن میں لپیٹے ہوئے ہے۔ نواب صاحب جب دمشق پہنچے تو دمشق کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''دمشق سلاطین بنی امیہ کا پائے تخت انبیا علیم السلام کا مسکن صحابائے رسولؐ کا میدان جنگ، قتل حسینؓ کے منصوبوں کا مرکز وہ جگہ جہاں پہنچ کر خلافت رسول سلطنت سے بدل گئی حضرت بلال حبشیؓ حضرت ابی ابن کعبؓ حضرت زینب فاطمہؓ، حضرت امیر معاویہؓ، حضرت عبید اللہ ابن الجراح، حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص حضرت ام سلمہؓ، ام حبیبہؓ (ازواج رسول) حضرت صہیب رومیؓ، حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ حضرت محمد ابن حنفیہؓ وغیرہ وغیرہ کی زیارت۔'' (۱۱)

دمشق میں نواب صاحب صلاح الدین ایوبی کے مزار پر گئے اور بعلبک کے دو ہزار برس قبل کے رومی آثار دیکھے "حمص" جو ایک قدیم شہر ہے۔ یہاں کے مسلمانوں کی دینداری دیکھ کر بہت خوش ہوئے یہاں سے حلب گئے جہاں تین دن گزارے وہاں سے دورات ایک دن کا سفر کرنے کے بعد ترکی کے شہر استنبول پہنچے۔

ترکی جنوب مشرقی یورپ میں واقع مسلمان ملک ہے۔ استنبول ترکی کا ایک بڑا اور اہم شہر ہے۔ نواب صاحب استنبول کی تاریخ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''استنبول کی فتح کے لیے دس دفعہ عربوں نے اور سات دفعہ ترکوں نے حملے کیے جس کی دیواروں کے نیچے صحابائے رسول حضرت ابوایوب انصاریؓ کو دفن کر کے اپنے آئندہ قبضہ کا اعلان کر گئے تھے جس کو مسطنطین اعظم نے اٹلی والے روم کے مقابلے میں تعمیر کیا تھا اور جس کو محمد فاتح نے پندرہویں صدی عیسوی میں فتح کیا جس کے قصر دولمہ باغچہ میں بیٹھ کر عبدالمجید ثانی پان اسلام ازم کے منصوبے سونچا کرتا تھا اور جس کے قصر یلدز سے جمہوریہ ترکیہ نے اعلان کیا کہ حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہے اور جس کا تیسرا قصر سلاطین آل عثمان کے آثار و جواہر کی نمائش گاہ بنا ہوا ہے جس کی مسجد آیا صوفیہ مسلمانوں کی عظمت کی گواہ۔''(۱۲)

استنبول میں نواب صاحب نے دریائے باسفورس اور سمندر مارمورا کے مغربی کنارے کی سیر کی ترکی کا یورپ سے مقابلہ کرتے ہوئے ترکی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''اب تک میں نے سوائے مساجد کے بلند میناروں اور سلاطین آل عثمان کے کھنڈروں کے استانبول میں مشرقیت کی کوئی علامت نہیں پائی۔ میری ترکی ٹوپی ترکی کے دارالسلطنت میں ترکوں کی نگاہوں میں ایک تماشا بنی ہوئی ہے ہر راستہ چلنے والا اور چلنے والی حیرت کی نگاہوں سے دیکھتی ہے۔''(۱۳)

لوگ نواب صاحب کی ٹوپی کو اس لیے حیرت سے دیکھتے تھے کیونکہ ترکی میں اس ٹوپی کے پہننے پر تین ماہ کی قید کی سزا مقرر تھی اس لیے نواب صاحب اپنے لباس اور ٹوپی کی وجہ سے یورپ زدہ ترکیوں کے لئے تماشا بنے ہوئے تھے۔ ترکی اپنے محل وقوع کے اعتبار سے بے نظیر، خوب صورت اور فرحت بخش سیر گاہوں اور خوشگوار موسم کی وجہ سے نواب صاحب کو بہت پسند آیا۔ جب نواب صاحب ترکی گئے تو ترکی کی تاریخ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''وہ سلطنت جس کے حدود مشرق میں خلیج فارس اور دریائے ہند شمال میں قفقاز و روس، جنوب میں بحر احمر و مصر اور شمال میں آسٹریا و فرانس ہوا کرتے تھے۔ اب وہ دنیا کے نقشے پر صرف ایشیائے کوچک پر ترکی جمہوریہ کے نام سے باقی ہے۔ بیسویں صدی کی ابتدا اور انیسویں صدی کے اواخر میں اس نے کچھ تو خود اپنے لیے اور کچھ صرف دوستوں کی محبت میں جو لڑائیاں لڑیں اس نے دست و پا شل کر دیئے ہیں۔''(۱۴)

ترکی کے بارے میں نواب صاحب کہتے ہیں کہ اس کی اقتصادی، معاشی اور فوجی ہر حالت کمزور ہے موجودہ نسل مسلمان ہے لیکن آنے والی نسل کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ حکومت نے مدارس میں دینی تعلیم ختم کر دی ہے اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''حکومت نے مدارس میں دینی تعلیم اُٹھا دی اپنا قانون بدل دیا اور متروکہ و وراثت کی

تقسیم تک میں سویز رلینڈ کے قانون کی اتباع شروع کر دی ہے۔ مذہبی کتب عربی
فارسی رسم الخط میں ہے اور نوجوان ترکی اپنی زبان لاطینی میں لکھ رہا ہے اور کوئی انتظام
نہیں ہے کہ مذہبی کتب کو لاطینی خط میں تبدیل کیا جائے ترکی حکومت نے اعلان کر دیا
ہے کہ اس کا کوئی مذہب نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ابھی ترکی میں مذہب کو دوست
رکھنے والوں کی کثرت ہے۔'' (۱۵)

نواب صاحب کو سفر میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کہیں ویزہ اور سفری دستاویزات کی وجہ سے، کہیں گاڑیوں کی وجہ سے یا پھر کھانے پینے کی مشکلات پیش آئیں لیکن نواب صاحب ان تمام مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے کیونکہ اس سفر کا مقصد محض سیر سپاٹا نہیں تھا بلکہ امت مسلمہ کے زوال کے اسباب جاننا تھا۔ وہ اسلامی جذبے سے سرشار تھے اور اسلام کی محبت ان کی رگوں میں خون بن کر دوڑ رہی تھی۔ مسلمانوں کی خدمت ان کا نصب العین اور قومی اتحاد ان کا مطمع نظر تھا جس کے لئے وہ ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ عراق میں کھانے پینے کے سلسلے میں جو مشکلات سفر کے دوران پیش آئیں ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''دو بجے ایک تربوز ملا جو فوراً ہضم کر دیا لیکن خالی پیٹ میں اس کی ہلکی ہلکی مٹھاس نے
کچھ عجیب قسم کی گڑ بڑ مچادی لیجیے وہ ایک سٹیشن آیا اور وہاں دو معلوم نہیں کتنے دنوں کی
روٹیاں مل گئیں جو ایک سیب کے ساتھ چبا چبا کر کھائیں۔۔۔۔ ایک موٹر والے نے
موصل لے جانے کا وعدہ کیا تھا لیکن مسلسل تین گھنٹہ انتظار کروا کر دس بجے جواب
دے دیا کھانے کی تلاش یہاں بھی کی لیکن ایک سوکھی روٹی اور چھاچھ کے سوا جس کو
آنکھیں بند کر کے اتارا تھا کچھ نہ ملا۔'' (۱۶)

نواب صاحب اسی طرح سفری دستاویزات کے سلسلے میں ان کو بڑی پریشانی اُٹھانی پڑی اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''حلب ایک اسٹیشن باقی تھا پاسپورٹ کی تنقیح ہوئی گو اس پر اس سے قبل دو دفعہ فرانس
کے ویزے ہو چکے تھے لیکن یہ حدود شام میں ہمارا تیسرا داخلہ تھا جس کا ویزہ لینا ہم انگور
ا میں بھول گئے تھے حکم ملا تھا کہ آپ حدود ترکیہ میں بیرنگ واپس جائیں یا اپنے دورات
دو دن کے ریل کے سفر کو ایک دن رات اور بڑھا کر خاک کے راستے سیدھے بھاگیں
اور بغیر کہیں دم لیے حدود عراق میں داخل ہو جائیں ہم نے بہت کچھ چیخا چلایا اردو
فارسی، عربی اور انگریزی چاروں زبانوں کے جوہر دکھائے لیکن سب بے کار۔'' (۱۷)

عراق کے بارے میں نواب صاحب کہتے ہیں کہ عراق کی گرمی ایسی ہے گویا آفتاب سوا نیزے پر چٹیل ریتلے میدان جس میں نہ کوئی چارا نہ کوئی کھیتی سخت لو چل رہی تھی البتہ عراق میں صحابہ کرامؓ کے مزارات کی زیارت کا

شرف نواب صاحب نے حاصل کیا اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> ''نینوا کے کھنڈروں پر آنسو بہائے حضرت جرجیس، حضرت شیش، حضرت یونس، حضرت دانیال علیہ السلام کی بارگاہوں پر حاضری دی حضرت اویس قرنی کا مکان دیکھا۔۔۔بغداد میں غوث پاک قطب الاخطاب شیخ عبدالقادر جیلانی کی بارگاہ پر حاضری دی حضرت جنید بغدادی، حضرت ابوبکر شبلی حضرت امام ابوحنیفہ، امام اعظم حضرت معروف کرخی، حضرت عمر شہاب الدین سہروردی، حضرت بہلول دانا، حضرت امام موسیٰ کاظم حضرت سری سقطی، حضرت امام ابویوسف وغیرہ رحم اللہ اولیا دآئمہ عظام کی بارگاہوں پر حاضر ہوا اشوریوں، بابلیوں، کلدانیوں کے کچھ دیکھے سلطان المعتصم باللہ کا ٹوٹا محل، مسجد، جامعہ کا عجیب وعزیب مینار دیکھا اور حضرت امام حسین عسکری وحضرت امام علی نقی علہما السلام کی بارگاہ پر سلام عرض کیا وہ غار دیکھا جہاں امام محمد ابن حسن غائب ہوئے طاق کسرا کے پاس کھڑے ہوکر تھوڑی دیر مداین کے کھنڈروں کی سیر کی حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ پر حاضر ہوکر آنکھیں بند کیں اور کسی کو ایران سے تلاش حق میں نکلتے اور مدینے میں منزل مقصود پاتے دیکھا۔''(۱۸)

نواب صاحب افغانستان کے بارے میں کہتے ہیں کہ افغانستان کا سفر دس سال یا پانچ سال قبل کے سفر کی بہ نسبت بہت سہل اور آسان ہو گیا لیکن تنہا یا دو چار مسافروں کے ساتھ دشت وصحرا کا سفر خطرناک ہے۔ افغانستان میں نواب صاحب کو جو مشکلات پیش آئیں ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> ''افغانستان کے راستوں میں سوا نہروں کے جو پروردگار عالم نے ہر چند قدم پر جاری کر رکھی ہیں کوئی چیز نہیں ملتی کل صبح ہرات میں ناشتہ کیا تھا باقی دونوں وقت صرف وہ بسکٹ چبائے جو ساتھ رکھ لیے ہیں اور پانی پی کر خدا کا شکر ادا کیا رات سبزہ وار پہنچے معلوم ہوا کہ کوئی مسافر خانہ گارج یا مسجد نہیں ایک قبرستان کے صحن میں بستر بچھائے سو رہے سردی اس شدت کی تھی کہ میں حیران ہوں کہ کیوں اکڑ نہ گیا۔''(۱۹)

افغانستان کا شہر ہرات نہایت قدیم اور تاریخی مقام ہے سکندر اعظم اسی راستے سے ہندوستان آیا تھا۔ چنگیز نے اس کو فتح کیا تیمور کے بعد اس کے خاندان نے برسوں اس پر حکومت کی۔ نواب صاحب نے ہرات میں جن اولیا کے مزارات کی زیارت کی اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> ''اولیا اللہ کی مزارات یہاں ان گنت والا تعداد ہیں حضرت امام فخر الدین رازی، حضرت قاسم فرزند امام جعفر صادق، حضرت ابن معاویہ، عبداللہ بن جعفر طیار، حضرت امام عبداللہ بن الواحد ابن مسلم ابن عقیل حضرت خواجہ عبداللہ انصاری حضرت سعید اللہ

کاشغری حضرت عبدالرحمٰن جامی وغیرہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔''(۲۰)

نواب صاحب ہرات کے بعد قندہار گئے یہ ان کا آخری پڑاؤ تھا۔ نواب صاحب نے تقریباً چھ ماہ سفر میں گزارے آخر میں اس طویل سفر کی تھکاوٹ سے کافی حد تک بیزار ہو گئے تھے قندھار کے راستہ کابل سے گھر واپس آنے کا پروگرام تھا۔

اس سفر میں نواب صاحب نے اُمت مسلمہ کے معاشی اور معاشرتی مسائل کو قریب سے دیکھا۔ مسلم اُمت کی تنزلی پر ان کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ جس کی سب سے بڑی وجہ مسلمانوں کی نااتفاقی، بے حسی اور بد عملی تھی۔ اس سفر میں انہوں نے مسلم دنیا کے بڑے عالمی رہنماؤں جیسے سعودی عرب کے شاہ سعود، افغانستان کے بادشاہ امان اللہ خان، ایران کے غازی نادر پاشا، مصر کے نحاس پاشا اور قونصل جنرل سے ملاقات کر کے مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لئے مشترکہ کوششوں پر زور دیا۔

نواب صاحب کے خطوط کی سیاسی اہمیت سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن ان کی ادبی حیثیت میں بھی کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے اُن کے خطوط کی زبان، نواب صاحب کی گفتگو ہے جس میں تقریر کی لذت بھی ہے، جذبات کا آہنگ بھی، خلوص کی تڑپ بھی ہے، ایمان کا سوز بھی، وہ زندگی کے بے لاگ اور بے باک ناقد ہیں اور حق کے اظہار میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ ادب اگر زندگی کا عکاس ہے تو نواب مرحوم کے یہ خطوط بھی یقیناً اردو ادب کا ایک بیش بہا سرمایہ ہے۔

حوالا جات

۱۔ محمد عبدالحی، ''مکاتیب بہادر یار جنگ''، بہادر یار جنگ اکادمی، کراچی، ۱۹۶۷ء، ص ۳۹

۲۔ عاصم محمود سید، ''نواب بہادر یار جنگ''، نظریہ پاکستان ٹرسٹ، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص

۳۔ ایضاً ص ۳۳

۴۔ محمد عبدالحی، ''مکاتیب بہادر یار جنگ''، ص

۵۔ نظر حیدر آبادی، ''اقبال اور حیدر آباد''، اقبال اکادمی کراچی، اپریل ۱۹۶۱ء، ص ۳۲

۶۔ محمد طفیل، ''نقوش خطوط نمبر'' جلد اول، ادارہ فروغ اُردو لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۳۷۹

۷۔ ایضاً ص ۳۸۰

۸۔ عاصم محمود سید، ''نواب بہادر یار جنگ''، نظریہ پاکستان ٹرسٹ، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص ۱۴

۹۔ محمد طفیل، ''نقوش خطوط نمبر''، ص ۳۸۰

۱۰۔ ایضاً ص ۳۸۰ ۱۱۔ ایضاً ص ۱۸۰ ۱۲۔ ایضاً ص ۳۸۱ ۱۳۔ ایضاً ص ۳۸۲

۱۴۔ ایضاً ص ۳۸۲ ۱۵۔ ایضاً ص ۳۸۲ ۱۶۔ ایضاً ص ۳۸۴ ۱۷۔ ایضاً ص ۳۸۴

۱۸۔ ایضاً ص ۳۸۴ ۱۹۔ ایضا ص ۳۸۹ ۲۰۔ ایضا ص ۳۸۹